عیوب و نقائص
کی پہچان
اپنی ذات میں موجود عیوب و نقائص کی پہچان اور
ان کو دور کرنے کے طریقوں پر مشتمل منفرد طرز تحریر کی حامل کتاب
مکتبہ اعلیٰ حضرت
علامہ محمد اکمل عطاء قادری عطاری

پہلے اسے پڑھئے

اپنی ذات سے عیوب ونقائص دُور کرنا ایک بہت بڑی سعادت ہے کیونکہ ہمیں ایک دن اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اس عظیم بارگاہ میں عیبوں اور خرابیوں کے ساتھ جانا یقیناً مناسب نہیں جیسا کہ دنیا میں کسی بڑے افسر کے پاس جاتے ہوئے ظاہری صفائی کے بارے میں ہماری یہی سوچ ہوتی ہے لیکن فقط اس بات کا جان لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کیلئے عملی کوششیں کرنا بھی بہت ضروری ہیں اوراس عملی کوشش سے قبل یہ جاننا ضروری ہے۔

عیوب کتنی قسم کے ہوتے ہیں؟......انہیں کس طرح پہچاننا چاہئے؟......پھرانہیں خود سے دور کس طرح کیا جائے؟......وغیرہ وغیرہ **علامہ محمد اکمل** عطاؔ قادری عطاری مدظلہ العالی نے اسی سلسلے میں آسانی مہیا کرنے کیلئے اس رسالے کو مرتب کیا ہے۔اُمید ہے کہ یہ رسالہ اس موضوع پر رہنمائی کیلئے کافی ثابت ہوگا۔اسے خود بھی پڑھئے اور دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب بھی دیجئے تا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان بھائی استفادے کی سعادت حاصل کر سکیں۔

دورانِ مطالعہ فقط اپنی ذات کو پیش نظر رکھا جائے تو فائدے کی قوی امید ہے۔

اللہ تعالٰی ہمیں پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

خادم مکتبہ اعلٰی حضرت (قدس سرہٗ)

محمد اجمل قادری عطاری

۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۷ مارچ ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس رسالے میں مذکورہ اُمور کا خلاصہ

١......عیوب ونقائص کے اعتبار سے مسلمانوں کی اقسام۔

٢......ان میں سے کون سی قسم خسارے میں ہے، کون سی نہیں۔

٣......عیوب کی اقسام۔

٤......ان میں سے کن عیوب کا دور کرنا ضروری ہے اور کن کی دوری کی حالات پر موقوف۔

٥......بلحاظِ عیوب، خسارے میں مبتلاء اقسام کے مبتلائے خسارہ ہونے پر دلائل۔

٦......دفعِ عیوب کے سلسلے میں عملی کوشش اختیار کرنے والوں کی اقسام۔

٧......اپنے عیوب پہچاننے کے طریقے۔

٨......عیوب دور کرنے کی راہ میں رُکاوٹیں اور ان کا حل۔

٩......دوسروں کی اصلاح کا جذبہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عیوب ونقائص کے اعتبار سے **مسلمانانِ عالم کو چار اقسام** میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:۔

۱...... پہلی قسم میں وہ مسلمان شامل ہیں جنہیں نہ تو اپنی ذات میں موجود تمام تر عیوب و نقائص کی کچھ پہچان ہوتی ہے اور نہ ہی وہ اس بات کا شعور رکھتے ہیں کہ کسی ذریعے سے ان کی پہچان حاصل کر کے انہیں خود سے دُور کیا جائے۔

۲...... دوسری قسم میں وہ مسلمان داخل ہیں کہ جو اتنا شعور تو رکھتے ہیں کہ میری ذات میں فلاں فلاں عیب موجود ہیں لیکن انہیں دور کرنے کے بارے میں بالکل غور نہیں کرتے۔

۳...... تیسری قسم کے تحت وہ مسلمان آتے ہیں کہ جو ذاتی عیوب ونقائص کو اچھی طرح جانتے ہیں، انہیں دور کرنے کی خواہش بھی رکھتے ہیں، لیکن عملی قدم اُٹھانے میں سستی کا شکار کرتے ہیں۔

٤...... چوتھی قسم میں ان مسلمانوں کو شمار کیا جاتا ہے کہ جو اپنی ذات میں موجود نقائص کو نہ صرف خوب اچھی طرح جانتے ہیں بلکہ انہیں ان عیوب کی جستجو بھی رہتی ہے کہ جو ابھی تک ان کی نگاہ سے پوشیدہ رہے تھے۔ نیز وہ مذکورہ برائیوں کو دُور کرنے کا شعور وجذبہ رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کیلئے عملی اقدامات اُٹھانے میں بھی بالکل دیر نہیں کرتے۔

ذہین وفطین مسلمان پر مخفی نہ ہوگا کہ ان میں سے مقدم الذکر تین گروہ سخت خسارے میں ہیں جبکہ دُنیوی واُخروی سعادت، مؤخر الذکر گروہ کے قدم چومنے میں فخر محسوس کرے گی۔

مذکورہ دعوے پر بطورِ دلیل چند اُمور ذکر کرنے سے قبل ایک بات کا بطورِ تمہید پیش نظر رکھنا مفید ثابت ہوگا کہ عیوب کی تین اقسام ہیں۔

۱...... جو شریعت اور معاشرے دونوں میں عیب سمجھے جاتے ہیں۔ جیسے زِنا، چوری، ڈاکہ، قتل وغارت، جیب کاٹنے، کفن چوری اور بداخلاقی وغیرہ میں مبتلاء ہو۔

۲...... جو بلحاظِ شریعت عیب اور با اعتبارِ معاشرہ عیب نہیں۔ جیسے غیبت، چغلی، جھوٹ، گالی گلوچ، بری صحبت، جوا، نماز وروزہ قضا کرنے، زکوٰۃ ادا نہ کرنے وغیرہ میں مبتلاء ہونا، یا گانے باجے سننا، قہقہہ لگانا، کھڑے ہو کر کھانا پینا۔

۳...... جو معاشرے پر نظر رکھتے ہوئے عیوب میں شمار ہوتے ہیں لیکن رعایتِ شریعت انہیں عیب نہیں گردانتی۔ جیسے ہر حق وناحق بات میں ہاں میں ہاں نہ ملانا، یا بالغہ لڑکی کا کسی نا مناسب رِشتے سے انکار کرنا[1] یا شادی سے قبل لڑکے کا لڑکی کو دیکھنا [2] یا کسی دوست کا برائیوں میں کامل تعاون نہ کرنا وغیرہ۔

ان تمام عیوب میں سے بلحاظِ شرع عیوب کو دُور کرنا تو لازم وضروری ہے ہی۔ لیکن دیگر کئی فوائد اور فتن کے پیش نظر باقی عیوب کا دُور کرنا بھی بے شمار فوائد سے خالی نہیں۔ لیکن ان عیوب میں کسی ایک جانب کو اختیار یا ترک کرنے سے قبل حالات کا اچھی طرح جائز لیا جائے۔

اقسامِ نقائص جاننے کے بعد مندرجہ ذیل نقصانات پر غور وتفکر ثابت کردے گا کہ ہمارا مذکورہ دعویٰ کہ مقدم الذکر تین گروہ سخت خسارے میں ہیں، جبکہ دنیوی واخروی سعادت، مؤخر الذکر جماعت کے قدم چومنے میں فخر محسوس کریگی۔ عقلی ونقلی لحاظ سے بالکل دُرست ہے۔

---

[1] فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ عورت بالغہ عاقلہ کا نکاح بغیر اسکی اجازت کے کوئی نہیں کرسکتا، نہ اسکا باپ، نہ بادشاہِ اسلام، وہ عورت کنواری ہو یا ثیب۔

(۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نا مقبولیت

جو انسان جتنا زیادہ عیوب ونقائص سے پاک وصاف ہوگا، اتنا ہی برے اخلاق اور دیگر گناہوں سے دُور ہوگا اور بداخلاقی اور خطاؤں سے جتنی زیادہ دُوری بڑھے گی، اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس کی مقبولیت میں اتنا ہی زیادہ اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (پ۲۶۔الحجرات:۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

اوراس کے برعکس جس کی ذات عیوب ونقائص کی آماجگاہ بن جائے، اس کیلئے خود کو قابل مذمت اُمور سے بچانا ممکن نہیں رہتا اور ان امور پر جتنی زیادہ استقامت حاصل ہوتی جائے گی، اللہ تعالیٰ اوراس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس کا معیار اتنا ہی گرتا چلا جائے گا اور معیار کا یہ زوال انسان کیلئے کس قدر نقصان کا باعث بن سکتا ہے، ذی شعور مسلمان کیلئے اس کا اندازہ کرنا بالکل دُشوار نہیں۔

(۲) مخلوقِ خدا کی جانب سے حاصل ہونے والے بیشمار فوائد سے محرومی

عیوب مثلاً بداخلاقی ٬ بار بار غصے کا اظہار وغیرہ کی موجودگی، انسان کو اس کے گھر والوں ٬ دوست احباب اور دیگر قریب رہنے والوں کی نگاہ میں قابل نفرت وکراہیت بنا دیتی ہے، جس کا ایک منفی نتیجہ ان کی جانب سے حاصل ہونے والے مختلف فوائد سے محرومی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً مصیبت و بیماری وغیرہ میں مبتلاء ہونے کی بناء پر ان کی جانب سے اظہار ہمدردی و مالی امداد، ان کی دعاؤں میں جگہ بنانے، مر جانے کی صورت میں ایصالِ ثواب اور نوکری وغیرہ کے حصول سے محرومی۔

(۳) شخصیت بے اثر

اگر کوئی انسان اپنی شخصیت کو پر اثر بنانا چاہے تو اس کیلئے لازم ہے کہ کم از کم خود کو ان عیبوں سے پاک وصاف رکھے کہ جنہیں دیگر قریب رہنے والے دیکھ یا محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ انسان اکثر اسی شخصیت سے اچھے اثرات قبول کرتا ہے کہ جسے عیوب ونقائص سے پاک دیکھتا ہے۔ اعلانیہ عیبوں کی موجودگی میں کہنے والا کتنی ہی اچھی بات کہے، اس کے عیوب ونقائص اس اچھی بات کے اثرات کو زائل کر کے اسے بے اثر بنا دیتے ہیں۔ لہٰذا اپنی شخصیت کو بے اثری سے محفوظ رکھنے کیلئے عیوب ونقائص کی دوری بہت ضروری ہے۔ اساتذہ، مشائخ، علماء، دین کی تبلیغ فرمانے والوں اور مساجد کے ائمہ حضرات کیلئے اس نکتے پر غور وفکر کرنا بے حد ضروری ہے۔

(٤) کاروباری نقصان

بری عادات کا وجود کاروبار پر بھی شدید منفی اثر مرتب کرتا ہے کیونکہ جو کاروباری دھوکہ دہی، جھوٹ، فریب ومکاری اور وعدہ خلافی جیسے عیوب کا شکار ہو وہ دیگر کاروباری حضرات کی نگاہوں میں اپنا اعتماد کھو بیٹھتا ہے، جس کا منفی اثر 'دیگر حضرات کا اس سے کاروباری معاملات منقطع' کر لینے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

یونہی جو سلیز مین مسکراتے چہرے، خوبصورت الفاظ کی ادائیگی اور گاہکوں کو توجہ واہمیت دینے کے ذریعے اپنی چیز بیچنے کی کوشش کرے اکثر کامیابی اس کے قدم چومتی ہے اور ایک بار آیا ہوا گاہک بے اختیار دوبارہ اسی دکان پر جانا پسند کرتا ہے۔ اس کے برعکس بداخلاقی' گاہکوں پر عدم توجہی، سپاٹ چہرہ اور مختصر اور بے اثر الفاظ کی ادائیگی' گاہکوں کو متنفر کرنے کیلئے کافی ہوتی ہے۔ نتیجۃً ایک مرتبہ آیا ہوا گاہک سابقہ تلخ تجربے کی بناء پر دوبارہ اسی مقام پر جانا بالکل پسند نہیں کرتا۔

(٥) دشمنوں میں اضافہ، اچھے دوستوں سے محرومی

بری عادتوں کی موجودگی' دشمنوں کی تعداد میں اضافے کے ساتھ ساتھ اچھے اور مخلص دوستوں سے دُوری کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ بری عادتوں کی بناء پر ظلم و زیادتی کا واقع ہونا کثیر ہوجاتا ہے مثلاً سب کے سامنے کسی کو بے عزت کر دینا، بری طرح جھاڑ پلا دینا، کسی کو سب کے درمیان مرکز تنقید و مذاق بنالینا، غصے میں مبتلاء ہوکر معمولی بات پر مار پیٹ کر دینا۔ ان اُمور کی عادت اپنوں کو دور اور دشمنوں کو مزید انتقام پر اُبھارتی ہے اور یوں انسان کو دشمنوں کی جانب سے خوف اور دوستوں کی جانب سے جدائی کا صدمہ بار بار برداشت کرنا پڑتا ہے۔

(٦) لوگوں کے قلوب سے عزت کا زوال

بعض اوقات لوگ کسی کی اچھی صفات کے پیش نظر اس سے تعلق عقیدت قائم کر لیتے ہیں۔ ان کے قلوب اس شخص کی عزت و عظمت کے جذبات سے لبریز ہوجاتے ہیں، لیکن پھر بسا اوقات اکثر قریب رہنے اور اس کثرتِ قرب کی بناء پر اس شخصیت کے غیر محتاط ہوجانے کی وجہ سے عیوب ونقائص کے ظہور کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ ابتداءً عقیدت رکھنے والا' ان عیوب کی مثبت تاویلات کے ذریعے خود کو سمجھاتا رہتا ہے، لیکن جب سلسلہ طویل ہوجائے اور ان عیوب کی موجودگی کا اتفاقاً وقوع پذیر ہونا نہیں بلکہ عادت میں شامل ہونا ثابت ہوجائے اور اس شخصیت کے ان عیوب سے پاک ہونے کے یقین پر مایوسیاں مکمل طور پر اپنا قبضہ جمالیں تو آہستہ آہستہ عقیدت کا مضبوط تعلق کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ مذکورہ شخصیت کے عیوب' عقیدت مند کی پختہ سوچ کو پارہ پارہ کر کے' اسے اپنا مرکز عقیدت تبدیل کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ایسی مرکزِ عقیدت شخصیات کیلئے ضروری ہے خود کو ہمہ وقت شدید محاسبے کی چکی میں پیستے رہیں اور جتنا کچرا ظاہر ہو' اسے اپنی ذات سے دُور کرنے میں بالکل دیر نہ فرمائیں۔

(۷) دوسروں پر اس کا منفی اثر

یہ انسانی کیلئے بدبختی کی علامت ہے کہ اس کے ذریعے برائیاں اور خرابیاں عام ہونا شروع ہو جائیں، جب کہ اسے نیک بختی کی علامات میں شمار کیا جاتا ہے کہ انسان کے اعمال وافعال واقوال کسی کیلئے برائیوں سے بچنے اور نیک اعمال اختیار کرنے کا سبب بن جائیں۔

عیوب کی موجودگی انسان کو بدبختی کی علامت اختیار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے کیونکہ ایک شخص میں موجود برائی غیر محسوس طریقے سے قریب رہنے والوں پر اپنا ناپاک اثر ضرور مرتب کرتی ہے، اسی لئے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں سے جو کوئی دوست بنانا چاہے تو پہلے اچھی طرح دیکھ لے کہ کسے دوست بنا رہا ہے کیونکہ ہر شخص اپنے دوست کے راستے پر ہوتا ہے۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ دوستی سے قبل ہی سامنے والے کی اچھی اور بری صفات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لی جائے کیونکہ بعد میں ان صفات کے اثر سے محفوظ رہنا ممکن نہیں۔

اس منفی اثر کا ترتب اس وقت مزید شدت اختیار کر لیتا ہے کہ جب یہ عیوب کسی ایسی شخصیت میں ہوں کہ جس کا ہر ہر قول وفعل دوسروں کیلئے دلیل کی حیثیت رکھتا ہو۔ مثلاً استاد، پیر، ماں باپ، مسجد کا امام، عالم ومفتی وغیرہ۔

اس منفی اثر کے قبول کئے جانے کی قباحت کا اندازہ درج ذیل فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جو دین میں برا طریقہ جاری کرے گا تو اس پر اس کے جاری کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا کہ جو اس کے بعد اس طریقے پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی۔ (مسلم)

(۸) نزع کی سختیاں

عیوب' انسان کو گناہوں میں مبتلاء بلکہ بسا اوقات دلدلِ کفر میں دھکیلنے کا سبب بن جاتے ہیں۔ جس کا خمیازہ دنیا اور آخرت دونوں میں بھگتنا پڑتا ہے۔ اُخروی معاملات کا براہِ راست سامنا کرنے کی ابتداء سلسلۂ حیات کے منقطع ہونے کے ساتھ ہی ہوجاتی ہے۔ نقائص کا وجود اس ابتداء کو مرنے والے پر بہت سخت کروادیتا ہے۔ اس سختی کا اندازہ درجِ ذیل روایات سے لگائیے۔ چنانچہ

☆ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم اپنے مردوں کو کلمہ توحید کی تلقین کرو اور جنت کی بشارت دو کیونکہ اس وقت بڑے بڑے حلیم مرد وعورت حیران و پریشان ہوتے ہیں۔ اس وقت شیطان انسان سے بہت زیادہ نزدیک ہوتا ہے۔ بخدا! ملک الموت کو دیکھنا تلوار کی ایک ہزار چوٹوں سے کہیں زائد ہے۔ واللہ! جب انسان مرتا ہے تو اس کی ہر رگ انفرادی طور پر تکلیف برداشت کرتی ہے۔ (شرح الصدور بشرح حال الموتی القبور)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرشتے مرنے والے انسان کو باندھ دیتے ہیں، ورنہ وہ موت کی تکلیف کے باعث جنگلات میں بھاگتا پھرتا۔ (ایضاً)

☆ حضرت میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر موت کی تکالیف کا ایک قطرہ تمام آسمان و دنیا میں رہنے والوں پر ٹپکا دیا جائے تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں۔ (ایضاً)

☆ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ موت دنیا اور آخرت کی ہولناکیوں میں سے سب سے زیادہ ہولناک ہے' یہ آروں کے چیرنے، قینچیوں کے کاٹنے اور ہانڈیوں میں اُبالنے سے زائد ہے۔ اگر مردہ زندہ ہوکر موت کی سختی لوگوں کو بتادے تو ان کا عیش اور نیند سب ختم ہوجاتا۔ (ایضاً)

(۹) عذاباتِ قبر

اُخروی لحاظ سے انسان کیلئے سب سے پہلی منزل **قبر** ہے۔ احادیثِ کریمہ میں بعد کے معاملات کی بہتری یا بربادی کیلئے اس میں اچھائی یا برائی کا سامنا کرنے کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ چنانچہ

مروی ہے کہ جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی قبر پر پہنچتے تو اتنا روتے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ آپ سے عرض کی جاتی کہ حضور! آپ جہنم کا ذکر فرماتے ہیں تو اتنا نہیں روتے جتنا قبر کو دیکھ کر روتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ ارشاد فرماتے، اس وجہ سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، جس نے اس سے نَجات پائی تو بعد والی منازل اس کیلئے آسان ہیں اور اگر اس نے نجات نہ پائی تو بعد والی منازل اس سے بھی زائد کٹھن اور دُشوار ہیں۔ (ابن ماجہ)

اور مروی ہے کہ رحمت، عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ (بیہقی)

اب واضح بات ہے کہ جس نے ذاتی عیوب ونقائص کی موجودگی میں موت کو گلے لگایا اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوا تو اس کیلئے قبر جہنم کا گڑھا ثابت ہوگی اور جب اس منزل میں ہی خسارے کا منہ دیکھنا پڑا تو آگے کیا ہوگا۔ مذکورہ حدیثِ پاک کی روشنی میں اس کا اندازہ لگانا کچھ زیادہ دشوار نہیں۔

اگر ان نکات کو بیان کر کے کسی بھی صاحبِ عقل مسلمان سے سوال کیا جائے کہ ذاتی عیوب کو خود سے دور کرنا بہتر وضروری ہے یا نہیں؟ تو اِن شاءَ اللہ عزَّ وجلَّ جواب **ہاں** میں ہی ہوگا۔

اب مذکورہ بات کا اقرار کرنے اور دفعِ عیوب کی عملی کوشش کا پختہ اِرادہ کرنے والوں کی دو قسمیں ہوں گی:۔

(۱) جن میں اپنے تمام عیوب کو پہچاننے کی صلاحیت موجود ہے۔ چاہے وہ عیوب ظاہری ہوں یا باطنی۔

(۲) جن میں فقط بعض عیوب پہچاننے کی صلاحیت ہے۔

دوسری قسم کے حضرات کو چاہئے کہ اپنی ذات میں تمام عیوب کی نشاندہی کیلئے درجِ ذیل اعمال میں سے کسی ایک یا تمام کو ہی اختیار کرنے کی کوشش کریں۔ اِن شاءَ اللہ عزَّ وجلَّ کچھ ہی عرصے میں تمام عیوب کھل کر سامنے آجائیں گے۔

۱ ...... دِینی کتب کا کثرت سے مطالعہ کریں تاکہ آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ کریمہ کے مطالعے سے معلوم ہو سکے کہ شریعت کس چیز کو عیب اور کسے خوبی شمار کرتی ہے۔ نیز تصوف کے موضوع پر لکھی گئی کتب بھی اس معاملے میں بے حد مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

لہٰذا ان کے بھی مطالعہ کی عادت ضرور ڈالیں۔ پھر ان کتب کے ذریعے اچھی صفات اور برے عیوب کو جاننے کے بعد دیانتداری کے ساتھ اپنا محاسبہ کریں کہ میری ذات ان صفات سے متصف ہے یا نہیں اور مذکورہ برائیوں مجھ سے دُور ہیں یا نہیں۔

۲...... کسی پیر کامل کا دامن تھام لیں اور اس کی صحبت میں اکثر و بیشتر وقت گزارنے کی کوشش کریں تاکہ انکے ملفوظات کی روشنی میں اپنے عیوب پہچاننے میں آسانی ہوجائے۔ نیز پیر صاحب خود اپنی باطنی نگاہوں سے اس کے عیوب کو جان کر آگاہ فرماتے رہیں۔

۳...... اپنے قریبی اور قابل اعتماد دوستوں میں سے کسی کو خود پر محاسب مقرر کرلیں کہ وہ موقع محل کے اعتبار سے ان کی برائیوں کی نشاندہی کرتا رہے۔ لیکن اس صورت میں اس بات کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے کہ اس دوست کی نشاندہی پر غصے میں نہ آئیں، نہ ہی حیلے بہانوں کے ذریعے اسے غلط ثابت کرنے کی کوشش کریں، نہ اس بناء پر کچھ عرصے بعد اس کے ساتھ اپنا رویہ تبدیل کریں اور نہ اس سے بیزار ہوں۔ اگر ان کیفیات کا پیدا ہونا ممکن نظر آئے تو پھر اس کو محاسب مقرر نہ کرنا ہی ان کے حق میں بہتر ہے۔

اور یہ بھی لازم نہیں کہ ان کا دوست جن جن عیوب کی نشاندہی کرے وہ ان کی ذات میں یقیناً موجود بھی ہوں یعنی ہوسکتا ہے کہ کسی مقام پر خود اسے پہچاننے میں غلطی واقع ہوگئی ہو۔ اگر کبھی ایسا ہوجائے تو پھر بھی ناراض نہیں ہونا چاہیئے بلکہ خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے ایک ایسے عیب کی نشاندہی کی کوشش کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو پہلے ہی پاک رکھا ہوا تھا۔

اس معاملے میں ہمارے اکابرین کا جذبہ ملاحظہ فرمائیے کہ

☆ کسی نے حضرت داوٗد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں سے دُور رہنے کی وجہ دریافت کی تو ارشاد فرمایا، میں ایسے لوگوں کے درمیان رہ کر کیا کروں کہ جو میرے عیوب ونقائص مجھ سے چھپاتے ہیں۔ (احیاء العلوم)

☆ مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو میرے عیوب ونقائص مجھے بتائے۔ (ایضاً)

☆ مروی ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو میرے کچھ عیوب کا علم ہے؟ انہوں نے کہا، وہ کون ہے جو ایسی حرکت کرے؟ آپ نے اِصرار فرمایا تو انہوں نے کہا، مجھے معلوم ہوا کہ آپ اپنے دسترخوان پر دو سالن جمع کرتے ہیں اور آپ کے پاس دو جوڑے ہیں ایک دن کیلئے اور ایک رات کیلئے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا اس کے علاوہ کچھ اور بھی معلوم ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ فرمایا یہ بھی کافی ہے۔ (ایضاً)

اگر ممکن اور مناسب معلوم ہو تو اپنے گھر والوں میں کسی کو محاسب مقرر کرنا چاہیئے، کیونکہ انسان جتنا بے تکلفی سے اپنے گھر والوں کے سامنے رہتا ہے اتنا باہر نہیں رہتا۔ نیز جتنا قریبی اور بار بار کا مشاہدہ اس کے گھر والوں کو حاصل ہے، اتنا کسی باہر والے کو ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔

٤......ان کے دشمن ان کے خلاف جو کچھ کلام کرتے ہوں، اس پر خوب سنجیدگی سے غور وتفکر کریں کیونکہ دوست تو ہوسکتا ہے کہ مروت میں بہت سی باتیں براہِ راست کہتے ہوئے جھجک محسوس کرے لیکن دشمن اس معاملے میں بالکل رعایت نہیں کرے گا۔ لہٰذا جتنی کھری نشاندہی دشمن کی جانب سے متوقع ہے' اتنی دوست کی جانب سے توقع نہیں اور اس مقام پر بھی دشمنوں سے ناراض نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہوسکے تو اس نشاندہی پر دل سے ان کے مشکور ہوں کہ ایک عیب کو دُور کرنے کے سلسلے میں ان کے ساتھ تعاون کیا۔ نیز ایسا نہ ہو کہ جواب میں یہ بھی ان کے عیوب بیان کرنا شروع کردیں کیونکہ یاد رکھیں کہ یہ بھی ایک عیب ہے۔

٥......اپنے اطراف میں رہنے والے دیگر مسلمان بھائیوں کا گہری نظر سے مشاہدہ فرماتے رہیں۔ پھر ان میں جن غلطیوں کو موجود پائیں' انہیں نوٹ کرتے رہیں۔اس کے بعد اپنے بارے میں خوب غور فرمائیں کہ یہ عیب مجھ میں بھی موجود ہے یا نہیں؟

اگر موجود نظر آئے تو فوراً اس پہلو پر غور کرتے ہوئے خود سے دور کرنے کی کوشش کریں کہ جس طرح اس عیب کی موجودگی میں فلاں شخص مجھے برا محسوس ہوا اگر یہ مجھ میں رہا تو یقیناً میں بھی دوسروں کی نگاہوں میں اسی طرح برا بن جاؤں گا اور دوسروں کی نگاہوں میں برا نظر آنا کمال نہیں بلکہ ہر عیب سے پاک وصاف دِکھائی دینا خوبی ہے۔

کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کو ادب کس نے سکھایا؟ آپ نے فرمایا کسی نے نہیں' ہاں اتنا ضرور ہے کہ جب بھی میں نے کسی جاہل میں جہالت کی کوئی بات دیکھی تو اس سے پرہیز کیا۔ (احیاء العلوم)

لیکن اس مقام پر یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ دوسروں کے عیوب پر نظر فقط خود کو محفوظ رکھنے کی نیت سے ہو، نہ یہ کہ انہیں معلوم کرکے دوسروں تک پہنچائے۔ نیز فقط ظاہری عیوب کو ہی دیکھے مخفی کی تحقیق نہ کرے کہ مسلمان بھائی کے عیوبِ پوشیدہ پر مطلع ہونے کی کوشش ممنوع ہے۔

اس کے بعد اس پہلو پر بھی روشنی ڈالنا مفید معلوم ہوتا ہے کہ بسا اوقات انسان اپنے عیوب ونقائص سے واقف ہونے کے باوجود انہیں خود سے دور کرنے کی ہمت نہیں کرپاتا۔اس کی کوئی وجوہات ہوسکتی ہیں مثلاً......(١) مالی نفع کا حصول (جیسے کاروباری حضرات کا جھوٹ اور دھوکہ دہی کے ذریعے مال کمانا) (٢) برے دوستوں کی صحبت (٣) گھر کا ماحول (٤) نفس وشیطان (٥) اُخروی معاملات سے غفلت (٦) خوفِ خدا سے دُوری (٧) طبعی تقاضے[1] (٨) عجب وخود پسندی (٩) ان عیوب کے ذریعے انفرادیت کا حصول (١٠) علم دین سے محرومی۔

ان تمام اعذار سے چھٹکارے کیلئے درج ذیل اُمور پر استقامت حاصل کرنا بے حد ضروری ہے:۔

---

[1] کیونکہ بعض حضرات کو بغیر کسی وجہ کے عیوب میں مشغول رہنا اچھا محسوس ہوتا ہے، یہ انکی باطنی خرابی اور طبیعت کے فاسد تقاضوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔

(۱) علم دین کا حصول (۲) فقط نیک اور مخلص دوستوں کی صحبت [1] (۳) نفس وشیطان اور اپنے فاسد طبعی تقاضوں کی مخالفت (٤) موت، عذاباتِ قبر، ذِلتِ محشر اور جہنم کا سخت عذاب یاد رکھنا (٥) دنیا میں آمد کے مقصد پر گہری نگاہ اور اس تکمیل کیلئے عملی کوشش [2] (٦) اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت۔

آخر میں محبت بھری التجاء ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو اپنے لئے پسند کیا وہی اپنے مسلمان بھائی کیلئے پسند کرو تمہارا ایمان کامل ہو جائے گا۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

اس فرمانِ عالیشان کی روشنی میں ہمیں اپنے ذاتی محاسبے اور عملی کوشش کے ذریعے عیوب ونقائص کو دُور کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے دل میں دیگر مسلمان بھائیوں کو برائیوں سے پاک وصاف کرنے کا جذبہ بھی ضرور رکھنا چاہئے۔

اس اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اطراف میں جس بھی مسلمان بھائی میں کوئی عیب ملاحظہ فرمائیں، زبانی یا تحریری طور پر اس کو اطلاع دینے میں دیر نہ کریں۔ اگر کوئی ہماری درخواست پر برائی سے بچ گیا تو ثوابِ جاریہ اور نہ بچا تو کم از کم نیکی کا راہ دِکھانے کا ثواب تو ہاتھ آہی جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] بامر مجبوری ملاقات چاہے سب سے رکھیں لیکن اٹھنا بیٹھنا اور زیادہ دیر صحبت میں رہنا انہی حضرات کیساتھ رکھئے کہ جو اچھی صفات کے حامل ہوں۔

[2] جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں آوارہ گردیوں اور لوگوں کے درمیان بری صفات سے عزت ومرتبہ وانفرادیت حاصل کرنے کیلئے نہیں بھیجا بلکہ اپنی فرمانبرداری واطاعت کیلئے پیدا فرمایا، جس کی دلیل یہ فرمانِ عالیشان ہے کہ الذی خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا ط (پ۲۹۔آیت:۲) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں سے کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔